ہاں ہم سُنّی ہیں

ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

[illegible]
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2, 0321-9407699

ادارہ صراطِ مستقیم

روشنی کا ایک دھارا ہے صراطِ مستقیم
بے سہاروں کا سہارا ہے صراطِ مستقیم

عصرِ حاضر کی شب تاریک میں اے دوستو
جگمگاتا اک ستارا ہے صراط مستقیم

عشقِ شاہِ دوسرا کا درس ملتا ہے یہاں
اس لئے رہبر ہمارا ہے صراط مستقیم

حق سے ملنے کا ذریعہ ہم سمجھتے ہیں اِسے
ہم کو اپنی جاں سے پیارا ہے صراط مستقیم

جس نے دیکھا اس ادارے کو کہا بے ساختہ
خلد کی جانب اشارا ہے صراط مستقیم

جس کی ہیبت سے ہیں ارزاں ظلم کے دیوار و در
اس جہاں میں ایسا نعرہ ہے صراط مستقیم

ہو گیا ثابت یہ طاہر ذِلتوں کے دور میں
عظمتوں کا قطب تارا ہے صراط مستقیم

(کلام: محمد علی طاہر)

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَاۤئِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَاۤئِلِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَاۤئِلِ

اَمَّا بَعْدُ ۔۔۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۤئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَاۤئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَم شَانُہٗ وَاَتَم بُرْھَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیّدِ سروراں، حامی بیکساں، قائد مرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ دُرود وسلام عرض کرنے کے بعد ۔۔۔

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین سامعین وناظرین!

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو اِدارہ صراطِ مستقیم کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے بارہویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ہمارا آج کا موضوع ہے:۔

ہاں ہم سنی ہیں

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے اور فضاؤں میں مغفرت ایزدی کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ دلوں کی کھیتیاں سر سبز و شاداب ہیں۔ ماتھے کھلے ہیں اور چہرے کھلے ہوئے ہیں۔

آج کا ہمارا موضوع بڑا اساسی اور کلیدی موضوع ہے۔ اس کو بیان کرنا اور سننا ہم پر لازم ہے۔ ہم جو عقیدہ رکھتے ہیں ہمیں اس کا پتا ہونا چاہیے اور ان حقائق کو ہر وقت سامنے ہونا چاہیے۔

ہم کسی کے بارے میں یہ نہیں بتانا چاہتے کہ وہ کون ہیں۔ ہم اپنے بارے میں بتا رہے ہیں کہ ہم کون ہیں۔ یہ ہمارا حق ہے اور یہ ہمیں ہر جگہ بیان کرنا چاہیے۔

ہاں ہم سنّی ہیں: یہ موضوع یقیناً لطافتوں اور صداقتوں سے لبریز ہے۔ یقیناً اس میں ایسی چاندنی ہے کہ شاید چاند میں بھی ایسی چاندنی نہیں۔ اس کے اندر اس قدر چمک ہے کہ اتنی چمک چمکتے آفتاب میں بھی نہیں اور اس موضوع میں وہ خوشبو ہے کہ جو خوشبو کسی مہکتے گلاب میں بھی نہیں۔ یہ کائنات کا ایک ہمہ جہت نغمہ ہے جسے ہر درخت کا پتا بھی گاتا ہے اور ریگستان کا ہر ذرّہ بھی الاپتا ہے۔ یہ فضاؤں کے سناٹوں کا بھی نعرہ ہے اور دریاؤں کی روانی کا بھی نغمہ ہے۔ یہ پیغام فرشیوں کا بھی ہے اور یہ پیغام عرشیوں کا بھی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات ہم سب کو دل کے کانوں سے سن کر، سمجھ کر آگے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۱ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ ------ And out of our making are community

يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ ------ Who tell the truth

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ------ And do justice there with

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

میری مخلوق میں سے جن کو میں نے پیدا کیا ان میں سے ایک جماعت ہے جو حق بولتی ہے، حق بتاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ انصاف کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک جماعت کی تعریف کر رہا ہے کہ وہ حق بتاتے ہیں اور پھر اس کیساتھ انصاف کرتے ہیں۔

اس برحق جماعت کو اہلسنت وجماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ ـــــ میرے پیدا کردہ بندوں میں سے ایک کمیونٹی ایسی ہے۔

يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ ـــــ وہ حق بتاتے ہیں اور حق کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں۔

اگرچہ ان کو ہاتھ میں انگارے پکڑ کر بھی حق کی آواز دینی پڑے تو وہ حق بتاتے ہیں۔

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ـــــ اور پھر اس کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

لفظ اہل سنت کا پس منظر

سب سے پہلے ہم لفظ اہلسنّت کے پس منظر کی طرف آتے ہیں۔ چونکہ ہمارے موضوع کا جو عنوان ہے وہ یہ ہے کہ

"ہاں ہم سنّی ہیں"

"سنّی" اہلسنّت وجماعت کا ایک مخفف ہے اور جو سنت کی طرف منسوب ہو اس کو سنی کہا جاتا ہے۔ لفظ اہلسنّت کا پس منظر ہمارے سامنے ہونا چاہئے کہ یہ لفظ کہاں سے آیا ہے۔

یعنی یہ کہاں کی چمک ہے جو ہمارے سینوں میں ہے اور یہ خوشبو کس گلشن کی ہے جو آج بھی ہماری فکر کو معطر کر رہی ہے۔

قرآن مجید سے لفظ اہلسنّت کا پس منظر

لفظ اہلسنّت کا پس منظر قرآن مجید ہی کی خیرات ہے۔ ربِّ ذوالجلال سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۰۶ میں فرماتا ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ ----- قیامت کے دن کچھ سفید چہرے ہوں گے۔

وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ----- اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

آیت کی تفسیر زبانِ رسالت سے

جس وقت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے پڑھی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اس کی تفسیر اپنی زبان مبارک سے کی وہ اس طرح تھی۔

رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ سُنَّةٍ ----- قیامت کے دن اہلسنّت کے چہرے سفید ہوں گے۔

وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ ----- اور قیامت کے دن اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(درِ منثور: ۲/۲۹۱)

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سند کے ساتھ اس تفسیر کو روایت کیا گیا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کے بتا رہے ہیں کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کے چہرے چمک رہے ہوں گے تو یہ اہلسنّت وجماعت کے چہرے ہوں گے جب دوسرے لوگوں کے چہروں کے چراغ گل ہو چکے ہوں گے اور وہ مرجھا چکے ہوں گے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ان چہروں کو گلاب جیسی مہک عطا فرمائے گا۔

دوسری تفسیر ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تشریح کی تو فرمایا:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْجَمَاعَاتِ وَالسُّنَّةِ (درِ منثور: ۲/۲۹۱)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جماعت والے ہیں اور سنت والے ہیں۔ ان کے چہرے قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے اور سفید ہوں گے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے، وہ بھی کہتے ہیں:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ (درِ منثور: ۲/۲۹۱)

قیامت کے دن اہلسنّت وجماعت کے چہرے سفید ہوں گے۔

قیامت کا دن امتیاز کا دن ہو گا۔ آج تو محفل میں ملے جلے لوگ بیٹھ جاتے ہیں اور دل کی چمک کا اندازہ ہم چہروں سے نہیں لگا سکتے۔ اگرچہ بعض لوگوں کے چہرے پہچانے جاتے ہیں اور پہچان چمک کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے لیکن بالخصوص قیامت کے دن سارے حق والوں کے چہرے یوں چمک رہے ہوں گے کہ پورے میدانِ حشر میں پتا چلے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں جن کے دلوں میں ایمان کا نور جلوہ گر رہا ہے۔

درِ منثور میں یہ تینوں اقوال موجود ہیں۔

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے لحاظ سے لفظ اہلسنّت وجماعت ایک جانا پہچانا لفظ ہے اس کا پس منظر حدیث شریف میں بھی ہے۔ یہ حدیث شریف ترمذی شریف کے باب "ماجاء فی افتراق ہذہ الامۃ" میں موجود ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَفَرَّقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً اَوْ اِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً

یہودی اِکہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔

وَالنَّصَارٰی مِثْلِ ذٰلِكَ

اور عیسائیوں کے بھی ایسے ہی فرقے بن گئے۔

پھر رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمانے لگے:

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً

میری اُمت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

(جامع ترمذی: ۲۶۴۰)

اُمت میں جو افتراق آنے والا تھا اس کی سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی اور وہ افتراق واقع ہو چکا ہے۔ لوگوں نے دیکھا آج ہمارے سامنے موجود ہے تو اس حدیث شریف سے پہلا ہمیں یہ سبق ملا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو مستقبل کی خبر دیتے رہے، سچی خبر دیتے رہے اور اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج کی بات بتائی تھی اس وقت جو آج کی خبر دیں اس علم کو اللہ کی عطا سے علمِ غیب کہا جاتا ہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ بعد میں ہونے والا تھا وہ بیان کیا۔

لفظ امت کی تشریح

یہاں پر جو لفظ اُمت آیا ہے اس کی بھی تشریح کرتے ہیں کیونکہ کچھ لوگ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ان فرقوں سے مراد وہی یہودیوں کے فرقے ہیں یا عیسائیوں کے فرقے ہیں نہیں نہیں! بلکہ ان فرقوں سے مراد وہ فرقے ہیں جو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)" پڑھنے والوں میں بنے۔ یہودی یا عیسائی فرقوں کا یہاں پر تذکرہ ہی نہیں ان کے مقابلے میں یہ بات بیان ہو رہی ہے، ان کے تو اپنے فرقے تھے۔ کلمہ گو افراد کے اس اُمت میں اپنے علیحدہ فرقے بنے۔

امت کی دو اقسام

اُمت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے اُمت دعوت اور دوسری ہے اُمت اجابت۔

امت دعوت۔۔۔ اُمت دعوت پوری انسانیت ہے یعنی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت دعوت یہودی بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، بت پرست بھی ہیں، مجوسی بھی ہیں اور مشرک بھی ہیں۔

امت اجابت۔۔۔ اُمت اجابت وہ ہے کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث میں جو لفظ اُمت استعمال کیا گیا اس لفظ سے مراد اُمت دعوت نہیں بلکہ امت اجابت ہے کہ میرے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں نے میرا کلمہ پڑھا ہے ان کے اندر اس طرح کی تقسیم ہو جائے گی کہ وہ تہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔

احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لفظ اہلسنّت کا پس منظر

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً

وہ سارے کے سارے جہنمی ہوں گے سوائے ایک ملت کے۔

تہتر میں سے بہتر جہنم میں جائینگے اور ایک ان میں سے جنت میں جانے والی ہوگی۔ ہم یہ الفاظ حدیث صحیح سے بیان کر رہے ہیں۔ اس سے پتا چلا کہ وہ کلمہ گو حضرات جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے اس کے بعد تفریق ہوگئی ہے اور اس کے بعد قسمیں بن گئی ہیں ان میں سے ایک قسم جنتی ہے اور باقی تمام جہنمی ہیں لیکن یہاں ایک بڑی ضروری بحث ہے۔

ملت واحدہ کے عدم اختلاف سے مراد

یہ جو کہا گیا کہ اس امت میں افتراق ہوگا ان میں ۷۲ جہنمی ہوں گے اور ایک ملت جنتی ہے۔ اور اس میں اختلاف نہیں ہوگا اب یہ جو جنتی ملت ہے جس میں اختلاف نہیں ہوگا اس سے مراد یہ ہے کہ اصولی اختلاف نہیں ہوگا فروعی اختلاف ہو سکتا ہے۔

ائمہ اربعہ اہلسنت جماعت تھے

مثال کے طور پر حنفیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا نماز کے مسائل میں اختلاف ہے تو حنفی شافعی حنبلی یہ کوئی بہتر فرقوں میں سے نہیں بلکہ یہ اہلسنّت وجماعت کے شعبہ جات ہیں۔ یہ جدا جدا فرقے نہیں ہیں۔ یہ تمام عقیدے کے لحاظ سے اہلسنّت وجماعت ہیں اور ان میں اختلاف بھی ہے مگر وہ اختلاف اصول کا نہیں ہے وہ چند فروعی مسائل کا ہے۔ لہٰذا بہتر کے ساتھ اس ایک ملت کا اختلاف اصولی ہوگا اور وہ بہتر جہنمی ہونگے ان میں سے ایک جنتی ہوگا ایک فرقہ جنتی وہ اہلسنّت وجماعت ہے۔ اس کے اندر جو فقہی طور پر کچھ مباحث میں آپس میں اختلاف ہے، اس کو یہ حدیث افتراق نہیں کہہ رہی اس کو اصولی طور پر اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔

فروعی اختلاف اللّٰہ کی رحمت

جس کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِخۡتِلَافُ اُمَّتِیۡ رَحۡمَۃٌ (کنزالعمال:۲۸۶۸۶)

میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔

اہلسنّت کی فقہ میں آگے جو چار فقہ اسلامی ہیں ان کے لحاظ سے یا آپس میں جو اختلاف ہیں ان کو مستثنیٰ کیا گیا باقی بہتر کے ساتھ اس کو جو اختلاف ہوگا وہ اصولی اختلاف ہے۔

ملت واحدۃ کے جنّتی ہونے سے مراد

اس حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ایک جنتی ہے باقی جہنمی ہیں۔

اس ایک جنتی جماعت سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو ایک ملت اہلسنّت ہے وہ ہر حال میں جنتی ہے اگر چہ جتنے بھی گناہ کر لیں پھر بھی جنتی ہیں یہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا جو فرق بیان کیا جارہا ہے۔ وہ از روئے عقیدہ کے بیان کیا جارہا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ان تہتّر میں سے بہتّر عقیدے کی بنیاد پر جہنمی ہونگے اور ان میں سے ایک عقیدے کی بنیاد پر جنّتی ہوگا۔

اب عقیدے کی بنیاد پر جو شخص جنتی ہے۔ آگے ہو سکتا ہے کہ اس کا عمل خراب ہو اور وہ جہنم میں چلا جائے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اہل سنت میرا عقیدہ ہے تو پھر میں کسی عمل کی وجہ سے بھی جہنم میں نہیں جاؤں گا۔ ایسا نہیں ہے۔

اہلسنّت کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقیدے کے لحاظ سے پاس ہوگا۔ عقیدہ کے لحاظ سے گرفت نہیں ہوگی۔ عقیدہ کے لحاظ سے اس کو جنتی حیثیت دے دی جائے گی اور دوسرے عقیدے کے لحاظ سے مارے جائیں گے۔

بہتر عقیدے کے لحاظ سے جہنمی ہیں اور عقیدہ اصل ہے۔ جس کو عقیدہ لے ڈوبے گا اس کو عمل بچا نہیں سکے گا۔ لہٰذا اس حدیث میں بہتر فرقوں کا عقیدہ کے لحاظ سے جہنمی ہونا ثابت ہوا اور ایک کا عقیدے کی بنیاد پر جنتی ہونا، اس نے ثابت کیا۔

جو ایک عقیدے کی بنیاد پر جنتی ہے ان کا پھر آگے عمل کے لحاظ سے امتحان ہے۔

اگر سارے عمل صحیح ہیں تو پھر جنت میں سیدھا جائے گا۔ اگر عمل میں کچھ گڑبڑ ہے لیکن اللہ کی طرف سے معافی مل گئی تو پھر بھی وہ جنت میں ڈائریکٹ چلا جائے گا ورنہ کچھ دیر اپنے گناہوں کی سزا لے گا مگر دائمی جہنم میں نہیں رہے گا۔ یہ سچا عقیدہ بالآخر اس کو جنت میں پہنچادے گا۔ لہٰذا کئی مفکر اس معنی میں آ کے غلطی کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ یہ حدیث اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس سے پتا چلا! جو سنّی ہو اور جتنا بڑا گنہگار ہو پھر بھی جنت میں ہی جائے گا۔

یہ حدیث بالکل سچی ہے اور مفہوم اس کا سچا ہے۔ یہاں جنتی جو قرار دیا جارہا ہے تو عقیدہ کے لحاظ سے ہے، آگے اس میں عمل کا علیحدہ معاملہ ہے۔ جس کے عمل کا بیڑا بھی پار ہو جائے گا وہ تو ڈائریکٹ جنت میں چلا جائے گا۔

جو بندہ عقیدہ کے لحاظ سے پاس ہو گیا بعد میں اگر جہنم میں چلا بھی گیا تو اس میں دائمی طور پر نہیں رہے گا کچھ وقت کیلئے جائیگا اور اللہ اس کو جنت کے شایانِ شان بنا کے، اس کی تطہیر کر کے پھر اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادیگا۔ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ لفظ بولے:

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً

سوائے ایک ملت کے سارے کے سارے جہنمی ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی:

مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ ملتِ واحدہ کون سی جماعت ہے ان کی علامت کیا ہے؟

اہلسنّت کی پہچان

اس پر میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمانے لگے:

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي (ترمذی شریف:۲۶۴۰)

ان کی پہچان یہ ہے کہ ان کا وہی راستہ ہو گا جو میرا اور میرے صحابہ کرام کا راستہ ہے۔

ان کی وہی پہچان ہو گی اور ان کا وہی عقیدہ ہو گا جو میرے صحابہ کا عقیدہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت کی "ما انا علیه واصحابی" علامت بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ علامت محدثین، مشائخ، اولیاء یا علماء کو ہی نہیں بلکہ ہر سنّی کو یہ علامت عطا فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ کا شکر ہے کہ وہ علامت جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجمال سے بیان کیا دوسرے مقامات پر اس کی تفصیل آ گئی۔

تابعین کے نزدیک لفظ اہلسنّت کا پس منظر

الملل والنحل محمد بن عبد الکریم شہرستانی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے اس میں تمام فرقوں پر بحث کی گئی ہے اس میں بہتر فرقوں کو شمار کیا گیا ہے کہ وہ کون کون سے ہیں اور ان میں سے تہتّرواں کون سا ہے۔ محمد بن عبد الکریم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً ۔۔۔ میری اُمت عنقریب تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اَلنَّاجِیَةُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ ۔۔۔ ان تہتر فرقوں میں سے نجات والا ایک ہے۔ ان میں سے عقیدے کی بنیاد پر نجات پانے والا ایک ہے۔

وَالْبَاقُوْنَ هَلْکٰی ۔۔۔ اور باقی سب ہلاک ہونے والے ہیں۔

ان میں ایک ناجیہ ہے جس کا معنیٰ ہے نجات پانے والی جماعت۔

آپ سے پوچھا گیا: وَمَنِ النَّاجِیَةُ ؟۔۔۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ بیان فرمادیں وہ ناجیہ کونسی جماعت ہوگی؟

میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةُ ۔۔۔ عقیدے کی بنیاد پر جو جنت کے مستحق ہوں گے "وہ اہلسنت وجماعت ہیں"۔

قِیْلَ وَمَا السُّنَّةُ وَالْجَمَاعَةُ ؟۔۔۔ پھر پوچھا گیا کہ وہ سنت اور جماعت کیا ہوتی ہے۔ سنت اور جماعت کا مطلب کیا ہے؟

اس کی وضاحت میں میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ ۔۔۔ آج میں جس رستے پر موجود ہوں اور میرے صحابہ جس رستے پر موجود ہیں، کل اس کو اہلسنّت کہا جائے گا۔ (الملل والنحل:۱/۱۸)

الیوم کا لفظ بول کر بتادیا کہ آج اہلسنّت لفظ اتنا متعارف نہیں لیکن آج ہم جس رستے پر ہیں وہی کل کو اہلسنّت کہلوائے گا، اسی کو سنّی کہا جائے گا۔

تو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح طور پر اس لفظ کو بیان کیا۔ لہٰذا ہم سب پہ جب لفظ اہلسنّت بولا جاتا ہے تو یہ وہ لفظ ہے جو شروع سے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔

امام نصر بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان

حضرت امام نصر بن محمد سمر قندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں اسی حدیث کو جب ذکر کیا، وہاں لفظ یہ ہیں:

انه قال افترقت بنو اسرائيل على احدى وسبعين فرقة وان هذه الامة ستفترق على اثنتين وسبعين فرقة احدى وسبعون فى النار وواحدة فى الجنة قالوا يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما هذه الواحدة ؟ قال اهل السنة والجماعة (تنبیہ الغافلین:۳۱۹)

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِفْتَرَقَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى اِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً ----- بنی اسرائیل کے اکہتّر فرقے بن گئے۔

وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى اِثْنَتَيْنَ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً ----- اور یہ اُمت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

اِحْدٰى وَسَبْعُوْنَ فِى النَّارِ ----- ان بہتر میں سے اِکہتّر جہنمی ہوں گے۔

وَ وَاحِدَةٌ فِى الْجَنَّةِ ----- اور ان میں سے ایک جنّتی ہو گا۔

یہ بھی عقیدے کی بنیاد پر ہے اور جو عقیدے کی بنیاد پر فیل ہو گئے ان کا عمل والا معاملہ ہی گول ہو جائے گا یعنی عمل کی ویلیو ہی نہیں ہو گی۔ عمل کا کوئی وزن ہی نہیں بنے گا عمل دیکھا ہی نہیں جائے گا۔

لیکن جن کا عقیدے والا پہلو پاس ہو گیا ان کے عمل پھر چیک ہوں گے اور عمل کے لحاظ سے جو پاس ہیں ڈائریکٹ جنت میں چلے جائینگے۔ ورنہ تھوڑا بہت سرزنش کیلئے جو ہو گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرما دے گا۔ اب اس حدیث شریف میں ہے:

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ صلى الله تعالى عليه وسلم ----- انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

مَا هٰذِهِ الْوَاحِدَةُ ----- صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ایک جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنّتی قرار دے رہے ہیں، وہ کون سی جماعت ہے؟

قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ----- سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے جو لفظ ارشاد فرمایا "وہ اہلسنّت وجماعت ہیں"۔

یعنی سنت والے بھی ہیں اور جماعت والے بھی ہیں۔ سنت اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اور اللہ کی طرف سے اس اُمت کیلئے راہِ عمل اور نصاب زندگی ہو۔ اس سارے کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا:

اَھْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ ...... کہ وہ اہلسنت وجماعت ہیں۔

اس طرح حدیث شریف میں اس کا پس منظر موجود ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

اگر تاریخ میں دیکھ لیں تو بڑے بڑے ہمارے محققین اور ائمہ اربعہ و اولیاء ان سب کے ہاں یہ لفظ متعارف ہے اور سب اس پر قائم ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہلواتے رہے اور اس لفظ کو بولتے رہے۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۲۱ پر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول موجود ہے:

وَاَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِى اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہیں۔

شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان

نسیم الریاض شرح شفا میں شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "النَّاجِيَةُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ" اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَیْ اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ مِنْ هٰذِهِ الْفِرَقِ فِرْقَةٌ وَهُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

ان فرقوں میں سے نجات والی ایک ہی جماعت ہے اور وہ اہلسنت وجماعت ہے۔

ان کی شان کیا ہے

اَلْمُتَمَسِّكُوْنَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ (نسیم الریاض:۴/۱۵۴)

وہ کتاب یعنی قرآن مجید سے بھی اپنا تعلق قائم کئے ہوئے ہیں اور سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اپنا تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔

اس بنیاد پر ان کو اہلسنت کہا جاتا ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا بیان

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ المفاتیح کی جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۴۸ پر یہ فرماتے ہیں:

فلا شَكَّ وَلَا رَيْبَ اَنَّهُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

اس ابتدائی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس میں کوئی ریب نہیں، کوئی شک نہیں۔ یقیناً جن کو محبوب علیہ السلام نے عقیدے کی بنیاد پر جنتی کہا ہے، وہ طبقہ اور وہ جماعت اہلسنت وجماعت ہے۔

اختصار سے میں نے لفظ اہلسنت کے چھ حوالے بیان کئے ہیں۔

سنّی کون ہیں؟

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سنّی کون ہوتا ہے۔

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي

یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جملہ ہے اور پھر اس کے ساتھ وضاحت ہو گئی کہ وہ سنت اور جماعت دونوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والا طریقہ ان لوگوں کے پاس موجود ہوتا ہے۔ یہ اس طبقہ کی شان ہے کہ جن کے عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے جنتی ہونے کا اعلان کروایا ہے۔

سنی کہلوانا کیوں ضروری ہے؟

اس سلسلہ میں بھی لوگ قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۂ حج:۷۸)

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

یعنی بس مسلمان کہلوانا کافی ہے۔ اہلسنّت کہلوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ تو کہتے ہیں ضرورت ہی نہیں، کچھ کہتے ہیں جائز ہی نہیں اور کچھ کہتے ہیں ہمیں کوئی کہے تو ہمیں وحشت ہوتی ہے۔ ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اہلسنّت کہلوانا بعض اوقات فرض ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے صحابہ سے لے کر ایسی آراء موجود ہیں۔ ایک ہمارا دوسرے دینوں کے مقابلے میں انٹرنیشنل تعارف ہے۔ یہود ونصاریٰ کے مقابل ہمارا نام مسلم اور مومن ہے۔ اور اپنے گھر میں جس وقت اسلام کی چھتری کے نیچے کچھ غلط لوگ آباد ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہماری چھتری میں ایمان ہے تو ان لوگوں سے اور ان چوروں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کیلئے، کہ ہم چور نہیں ہم اصل دیندار ہیں۔ ہم نے اس کلمہ کی چھتری کے نیچے اپنی پہچان کروائی کہ کچھ لوگ اس چھتری میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہمارا اور ان کا فرق ہے۔ اس واسطے ہم نے اپنے آپ کو اہلسنّت کہلوانا شروع کر دیا۔

یہ بات حدیث شریف میں موجود ہے جس سے پتا چلے گا کہ کہاں سے امتیاز ضروری ہو گیا تھا۔ ایک ہوتی ہے فرقہ واریت اور ایک ہوتا ہے امتیاز۔ فرقہ واریت بری چیز ہے مگر حق وباطل کا نکھار لازم ہے اور کھوٹے کھرے کی پہچان سنتِ الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (سورۂ آل عمران:۱۷۹)

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے گا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے۔

مسجدِ نبوی شریف میں دو قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک دل سے بھی مانتے تھے اور زبان سے بھی مانتے ہیں، دوسرے صرف زبان سے مانتے تھے۔ جب صرف زبان سے ماننے والوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر اعتراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ان کو مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیں گے، ان کو مسجد سے نکالیں گے۔ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسجد میں وہ نماز پڑھے گا جو تمہاری شان کو مانے گا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ـــــ ہم پاک اور پلید جدا جدا کر کے چھوڑیں گے۔

یمیز کا معنی ہے کھرے کھوٹے کو واضح کرنا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا۔ یہ فرقہ واریت نہیں، یہ قرآن مجید کا حکم اور سنتِ الٰہی ہے۔ اس روش کو لے کر ہم آگے چل رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان لوگوں کو جن پر اس وقت مومن کا لفظ بولا جاتا تھا۔ فرمایا:

ان میں سے کچھ گندے لوگ ہیں اور کچھ ستھرے ہیں۔ ستھرے صحابہ کرام ہیں اور گندے منافق ہیں۔ لہٰذا ان کو مسجد سے نکالا جائے گا۔

یہ جو امتیاز اللہ نے کیا۔ اس امتیاز کے پیش نظر ہماری یہ گفتگو ہے۔ ہم اپنے آپ کو اہلسنّت وجماعت کہلوا کے اپنا امتیاز کروانا چاہتے ہیں کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں عداوت بھی رکھیں۔ ہم اندر باہر سے پوری طرح ان کو ماننے والے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن یعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ اَوَّلُ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدَ الْجُهَنِي

پہلا بندہ جس نے بصرہ میں قدر کے بارے میں بات کی وہ معبد جہنی تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا ایک قدریہ فرقہ پیدا ہو گیا ان کی صورتحال کیا تھی، وہ نمازیں پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، حج ادا کرتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے، قرآن کا درس دیتے تھے، حدیث کا بیان کرتے تھے۔ ان کا کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا کہ دیکھنے والا یہ کہہ سکے کہ ان میں یہ کمی موجود ہے۔ کوئی کمی نہیں تھی، سب کچھ مکمل طور پر بجالانے والے تھے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ وہ علم کے بڑے دلدادہ تھے۔ دن رات درسِ قرآن اور دن رات نیکیوں کی دعوت دیا کرتے تھے، لیکن ان کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ قوم صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ پڑھتے تو وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہیں لیکن تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ کہیں سے جا کے ان کا فرق کروانا چاہیے۔

یحییٰ بن یعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام سے فرق کروانا چاہتے ہیں، کہتے ہیں:

ہم بصرہ میں رہتے ہیں، ہمیں مصیبت پڑ گئی ہے، ہمارے پاس ایک قوم پیدا ہو گئی ہے، قرآن بھی ان کے پاس ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ ان کے پاس ہیں لیکن ہیں وہ پرلے درجے کے مردود۔ ہم جائیں تو کدھر جائیں۔ کوئی فرق کا پتا ہی نہیں چل رہا کہ کھوٹا کیا ہے، کھرا کیا ہے۔ جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے۔

یحییٰ بن یعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

فَانْطَلَقْتُ اَنَا وحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الحِمیرِیُّ حَاجَّيْنِ

میں اور حمید بن عبد الرحمٰن حج کرنے کیلئے مکہ شریف گئے۔

فَقُلْنَا لو لَقِيْنَا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہم نے کہا کہ کاش ہمیں کوئی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی مل جائے۔

فَسَاَلْنَاہ' عَمَّا یَقُوْلُ ھٰؤُلَاءِ فِی الْقَدْرِ

ہم ان سے اس کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

فَوَفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دَاخِلًا الْمَسْجِدَ

ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مل گئے۔

ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گھیرے میں لیا اور کہا اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ ہمارا مسئلہ حل کرو۔ ہم نے انہیں ان لوگوں کا تعارف کروایا۔

قَدْ ظَھَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ

ہمارے ہاں کچھ لوگ ظاہر ہوئے ہیں۔

یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ

وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔

اب ان لوگوں کا تعارف کروا رہے ہیں کہ وہ قرآن کو ماننے والے ہیں اور اس کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

وَیَتَفَقَّرُوْنَ الْعِلْمَ

اور قرآن مجید کے بڑے عاشق ہیں، پڑھاتے بھی ہیں۔

وَذَکَرَ مِنْ شَاْنِہِمْ

اور ان کے ایک عقیدے کا ذکر کیا

اَنَّھُمْ یَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدْرَ

وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تقدیر نہیں مانتے۔

وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ

یعنی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب کوئی واقعہ ہو جائے تو جیسے ہمیں پتا چلتا ہے ایسے ہی رب کو بھی پتا چلتا ہے۔ لیکن ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے سب کچھ پتا ہے۔

یہ قدریہ فرقے کی بنیاد تھی۔ انہوں نے بصرہ سے تبلیغ شروع کی۔ معبد الجہنی اس کا لیڈر ہے۔ ہاتھ میں قرآن ہے، حدیث ہے، نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے لیکن وہ ہیں دین کے چور۔ اب امتیاز کی ضرورت تھی۔

اگر یہ ہوتا کہ کلمہ کافی ہے تو اب یہاں کلمے کے سائے میں ایسے بھی منحوس آ گئے جن سے امتیاز ضروری تھا۔ جب کہیں کسی مشترکہ کام میں کوئی گڑبڑ ہو جائے تو فوراً اپنے کھاتے جدا کر لیتے ہو کہ میری کمپنی کا اس کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ اس کے گناہ میرے اوپر نہ پڑ جائیں۔

یہ سبب تھا کہ جب اس کلمے کی چھتری کے نیچے صحابہ کے زمانہ میں ایسے مردود پیدا ہو گئے جو نمازی بھی ہیں، روزے دار بھی ہیں، سب کچھ ہے مگر انہوں نے کہا کہ ہم تقدیر نہیں مانتے۔

وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ

جب حادثہ ہو تو جیسے ہمیں پتا چلتا ہے ایسے ہی ہمارے رب کو بھی پتا چلتا ہے۔

ازل میں کچھ بھی نہیں لکھا ہوا۔ یہ ان لوگوں کی خرابی تھی جس کی بنیاد پر صحابہ کرام نے اس کو برداشت نہیں کیا۔ نہ ان کا کلمہ دیکھا ہے، نہ ان کی نماز دیکھی ہے، نہ ان کا روزہ دیکھا ہے اور نہ ان کا حج دیکھا ہے۔

میں پوری ذِمہ داری کے ساتھ مسلم کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ اگر کوئی شخص مجھے Narrow Minded کہتا ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تو نہیں کہہ سکتا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے ان لوگوں کی علامتیں بیان کی گئیں تو انہوں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے فوراً اپنا فتویٰ دیا۔

وَاِذَا لَقِيْتَ اُوْلٰٓئِكَ

مجھ سے پوچھنے والو جاؤ اور جب جا کے تم ان سے ملو۔

فَاَخْبِرْهُمْ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهُمْ

ان کو کہہ دو کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تم سے بے زاری کا اعلان کر دیا ہے۔

چونکہ اسوقت ان کی حیثیت ایسی تھی کہ شرق و غرب تک ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ ان کا مطلب بصرے والے خواہ مخواہ ان کا نام استعمال نہ کرتے رہیں۔ میں صحابی ہوں۔ میں نے صفّہ پہ بیٹھ کے پڑھا ہے اور مجھے پتا ہے کہ چور کی چوری سے برأت کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

جاؤ ان سے کہہ دو میرا ایسے توحید پرستوں سے کوئی تعلق نہیں ہے جو میرے ربّ کی تقدیر کو نہیں مانتے، میں ان کی نماز کو نماز نہیں سمجھتا، میں ان کے روزے کو روزہ نہیں سمجھتا، میں ان کے حج کو حج نہیں سمجھتا۔ جاؤ ان سے کہہ دو میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ان کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دونوں لفظ آپ نے بول دیئے ہیں کہ میں ان سے بری ہوں، وہ مجھ سے بری ہیں۔ جس وقت آپ نے یہ لفظ بولے تو ساتھ ہی فرمایا:

وَالَّذِیْ یَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

وہ بات جو میں حلفیہ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے:

لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهٗ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْه حتّٰی یُؤمِنَ بالقَدرِ (مسلم شریف:۱/۲۷)

اگر ان قدریوں میں سے ایک بندے کے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو اور پھر وہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ قدر کو مان لیں۔

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر وہ تقدیر کے مسئلہ کے عوض میں اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی لے کر آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس اُحد پہاڑ جتنے سونے کو قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئیں۔

اب یہاں پر تو کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو ہی نہیں سکتا لیکن بطورِ فرض اگر ان کے پاس اتنا سونا ہو اور وہ تقدیر کے عوض میں دے دیں کہ جہنم سے بچنا چاہیں تو نہیں بچ سکیں گے، حالانکہ نمازی ہیں، روزے دار ہیں۔

کیوں؟ اس واسطے کہ انہوں نے ضروریاتِ دین میں سے ایک کا انکار کر دیا۔ ضروریاتِ دین میں سے جب کوئی ایک کا انکار کر دے تو باقی ساری چیزیں منفی ہو جاتی ہیں۔ ایک بندہ دن میں ہزار سجدے ربّ کو کرے اور شام کے وقت ایک سجدہ بت کو کر دے تو کیا ہزار کا کوئی فائدہ رہ جائے گا؟ سب کچھ ختم ہو جائے گا، پانی پھر جائے گا۔

ایسے ہی جس نے اصول دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر دیا تو اس کا دین دِین نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس وقت ان سے برأت کا اعلان کر دیا کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس انقطاع تعلق کو جس وقت عام لوگوں میں رائج کیا گیا تو وہاں سے حق والوں نے اپنے آپ کو اہلسنّت و جماعت کہلوانا شروع کر دیا۔ بظاہر کلمہ کے لحاظ سے تو کوئی فرق

نظر نہیں آیا حالانکہ وہ جہنمی ہیں۔ اسی طرح جو دیگر گمراہ فرقے پیدا ہو گئے۔ کلمہ پڑھنے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو جھوٹے تھے، غلط تھے اور دین کے چور تھے اب ان سے اپنے آپ کو بری ظاہر کرنے کیلئے متقدمین نے اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہلوانا شروع کر دیا۔

یہ اصل وجہ ہے کہ اہلسنّت کہلوانا کیوں ضروری ہوا۔ ہمارا انٹر نیشنل تعارف یہی ہے کہ ہم مسلم ہیں مومن ہیں مگر اندر سے جو ملت کے بدن کو گھن کھا رہا تھا اور اس کے وجود کو، اس کے تشخص کو جو لوگ ختم کرنا چاہتے تھے۔ اگر صحابہ سے لیکر ہمارے اسلاف امتیاز پیدا نہ کرتے تو اسلام کو کتنا نقصان ہو جاتا۔ یہ سب کے ذمے لگ جاتا کہ مسلمانوں کے ایسے ہی عقیدے ہوتے ہیں۔ جس وقت اس لمحہ متقدمین نے امتیاز شروع کر دیا اور اپنے آپ کو اہلسنّت کہلوایا تو پتا چل گیا کہ یہ عقائد اوروں کے ہیں۔ مسلمان جن کو سوادِ اعظم کہا جاتا ہے اور اہلسنّت و جماعت کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ کی تقدیر کو ماننے والے ہیں اور ربِ ذوالجلال کی باقی ساری صفات کو اپنے دل و جان سے تسلیم کرنے والے ہیں۔

اس ایک حوالے سے یقیناً آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کلمہ سے تعارف کافی نہ رہا بلکہ ایسے کلمہ گو بہروپیے لوگوں سے امتیاز کیلئے ایک مزید تعارف بنایا گیا اور وہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کے اندر موجود تھا پھر اس کو رائج کر دیا گیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں:

اِذَا مَالَ الْقَلْبُ اِلَی الْجَوْرِ اَحَبَّ اَھْلَہٗ اِذَا مَالَ الْقَلْبُ اِلَی الْحَقِّ عُرِفَ اَھْلُہٗ وَ کَانَ بِھِمْ وَلِیًّا (اشارات المرام۔۳۸)

اگر کوئی بندہ ظلم سے محبت کرتا ہے تو وہ ظالم سے محبت کرتا ہے اور اگر کوئی حق سے محبت کرتا ہے تو حق والوں سے محبت کرتا ہے اور ان کا مددگار بن جاتا ہے۔

یعنی اگر کوئی ظلم سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ ظالم سے بھی محبت کرتا ہے اور اگر کوئی بندہ حق سے محبت کرتا ہے تو حق والوں سے بھی کرتا ہے اور ان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اس جملے کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ امام صاحب اپنے الفاظ میں یہ واضح کر رہے ہیں کہ جب ظلم شروع ہو گیا کہ کہیں تعطیل یعنی معطلہ فرقے والے جو اللہ تعالیٰ کو معطل مانتے ہیں ہے اور کہیں تجسید جو اللہ تعالیٰ کا جسم مانتے ہیں ہے۔ ایسے قول کئے جا رہے ہیں۔ اگر ایمان والو تمہارا پیار اہلسنّت سے ہے تو پھر اہلسنّت کے ساتھ ہو جاؤ۔

لفظ اہلسنّت اپنے اوپر استعمال کرو، اہلسنّت کہلواؤ، جب تم حق والوں سے پیار کرتے ہو تو پھر اپنے آپ کو حق والوں کے پلڑے میں شمار بھی کیا کرو۔

حضرت امام بیاضی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب اشارات المرام من عبارات الامام کے صفحہ ۴۳ پر یہ لکھا ہے۔ جس وقت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس رسالہ میں کہہ دیا:

اِعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ مَا عَلِمْتُمْ وَمَا تُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السُّنَّةُ

جان لو کہ سب سے اچھی چیز جو تم نے خود پڑھی اور لوگوں کو پڑھاتے ہو وہ سنت ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام بیاضی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ

فِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى وَجْهِ التَّسْمِيَةِ بِاَهْلِ السُّنَّةِ

اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اپنا نام اہلسنّت رکھ لو۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی تابعین کے زمانہ سے اس لفظ کی پھر وضاحت شروع ہو گئی اور جہاں تک نام کا تعلق ہے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ ہم اس نام کو Reject نہیں کرتے، ٹھکراتے نہیں ہیں۔

مسلمان ہمارا وقار ہے لیکن تعارف وقت وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور تعارف جہت جہت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ کبھی بہت بڑا تعارف کام نہیں دیتا کیونکہ اس وقت دوسرے تعارف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی واضح مثال ترمذی شریف کی حدیث ہے۔

قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ مَنْ اَنَا

ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے حمد و ثناء کے بعد پوچھا۔ اے میرے صحابہ کرام! میں کون ہوں؟

تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب دیا:

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم

آپ اللہ کے رسول ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول کہنا، ہمیشہ کہا جاتا تھا اور ہمیشہ کہا جاتا ہے لیکن اس دن کچھ پس منظر اور تھا اس جلسے کے موضوع کا سبب اور تھا۔ پیچھے تحریک کوئی اور تھی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی:

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم ــــــ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جواب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنا جواب دیا، فرمایا:

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ (ترمذی:ج۳۶۰۸)

میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوں، اباجان عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں، داداجان عبد المطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ تو قرآن میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ (سورۂ فتح:۲۹)

اب تعارف کیلئے "انت رسول اللّٰہ" کافی تھا، اکتفا کر جاتے کہ صحابہ تم نے مجھے وہ کہا جو مجھے میرا ربّ کہتا ہے لیکن آج مجھے ایک اور تعارف کی ضرورت ہے۔ منافقین نے میرے گھرانے پر تنقید کی ہے تو میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں محمد رسول اللہ ہوں تو پھر بھی عظیم ہوں اور محمد بن عبد اللہ ہوں تو پھر بھی عظیم ہوں۔

اب جو ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انٹرنیشنل تعارف ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے ہوتے ہوئے بھی نئے تعارف کی ضرورت پڑی اور اس کو جائز سمجھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے خود بیان کیا۔ اس واسطے ہمیں بھی قرآنی تعارف سے انکار نہیں ہے، ہم مسلمان ہیں، مومن ہیں۔ مگر جب کلمہ طیبہ پڑھ کر بھی گمراہ کرنے والوں سے جدا شناخت کی ضرورت ہے تو ہمیں سنّی بھی کہلوانا پڑے گا۔ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ یہ قرآن و سنت سے ہمارے دلائل ہیں۔

جامع ترمذی میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ لوگ مجھے صرف رسول کہہ کر ہی عظیم نہ سمجھیں۔ میرے اباجی جیسا کسی کا باپ نہیں ہے اور میرے دادا جیسا کسی کا دادا نہیں ہے پھر اپنا پورا نسب بیان کر دیا، فرمایا:

فَجَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَ خَيْرِهِمْ نَفْسًا

لوگو! اس دنیا میں میری ذات تو ذات رہی میرے گھر جیسا کسی کا گھر نہیں بنایا۔

اب ان الفاظ کے ساتھ یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ آپ کا تعارف کروایا گیا تو تعارف کافی تھا اور بڑا تعارف تھا لیکن دوسرے تعارف کی چونکہ ضرورت تھی اس واسطے وہ کروایا گیا۔ ایسے ہی ہم مسلمان ہیں، مومن ہیں لیکن جس وقت ایسی گڑبڑ ہوئی تو اس وقت یہ فرض ہو گیا کہ ہم اپنی شناخت اس لحاظ سے بھی کروائیں جس لحاظ سے شروع سے شناخت کی جا رہی ہے۔

یہاں ایک بات صوفیاء کے لحاظ سے بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔

➢ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر صوفی کون ہو گا۔ ان سے بڑا ولی کون ہو گا۔ انہوں نے خود فرمایا:

اَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ (غنیۃ الطالبین:۱۲۱)

کہ نجات والوں کا نام اہلسنّت وجماعت ہے۔

یہ نام غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضروری سمجھا۔ اگر یہ نام جائز نہ ہوتا تو حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں لیتے اگر اس کا استعمال قبیح ہوتا، قرآن وسنت کے خلاف ہوتا تو غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں ایسا کرتے۔ انہوں نے کہا کہ نجات والے اہلسنّت وجماعت ہیں۔

➢ خطہ پاک وہند میں سجدوں کے بیج بونے والے حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف المحجوب میں، جس وقت ایمان کا مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہوتا ہے۔ زبان سے تو اقرار کیا جاتا ہے۔ اس کو بیان کرتے ہوئے کہنے لگے:

اتفاق است میان اهل سنة والجماعة (کشف المحجوب:۳۱۳)

یہ سارے اہلسنّت وجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس ٹائٹل کی ضرورت ہے ہم اس سے بے نیاز کیسے ہوسکتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اپنے آپ کو اہلسنّت کہلوائیں تو وہ کسی طرح تنگ نظر نہیں تو ہم کیسے ہوں گے۔ وہ جس راستے پر چل کے ولی بنے ہیں اور جنّتی بنے ہم نے تو اسی راستے کو اہلسنّت وجماعت سمجھا ہے۔

لہٰذا وہ اس راستے پر چلے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اہلسنّت کہلوایا ہے۔ یہ اہل حق کا شروع سے لیکر آج تک شعور رہا ہے۔ یہ لفظ باقاعدہ بولا جاتا رہا۔ لہٰذا ان لوگوں کی سوچ غلط ہے جو یہ کہتے کہ دین دریا ہے اور مسالک بھی نہریں ہیں۔ لوگوں نے دریا کو چھوڑ کر نہروں کو بچانا شروع کر دیا۔ انہوں نے ہمارے فرقے کو نہر کہا، ہماری جماعت کو نہر کہا۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نہر نہیں بلکہ بحر ہیں۔ ہم وہ سمندر ہیں کہ جس کو اسلام بھی کہا جاتا ہے اور آج اسی کو اہلسنّت بھی کہا جاتا ہے۔

اگر دین دریا ہو اور مسالک نہریں ہوں تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری عمر نہر پر ہی بیٹھے رہے، دریا کا پتا ہی نہ چلا اور داتا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہر پہ ہی بیٹھے رہے، دریا کا پتا ہی نہ چلا۔ اہلسنّت نہر کا نام نہیں ہے بلکہ اہلسنّت بحر کا نام ہے، سمندر کا نام ہے۔ اس واسطے کہ ولیوں نے بھی اپنا تعارف اسی نام سے کروایا ہے۔

➢ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا قلم جب اٹھتا ہے تو کمال کرتا ہے۔ آپ نے مکتوبات شریف جلد ا جز دوم صفحہ ۷۲ پر فرمایا ہے:

شك نیست که فرقة ملتزم اتباع اصحاب ان سرور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اهل سنة وجماعت اند

مجدد الف ثانی کو مخالفین اپنی کتابوں میں سید الطائفہ لکھتے ہیں کہ سارے ولیوں کے سردار مجدد ہیں۔ وہ مجدد جو ولیوں کے سردار ہیں ان کی بات بھی تو ولیوں والی ہے اس کو بھی ماننا چاہئے۔ حدیث شریف میں جو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق والے وہ ہیں:

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي

جن کا راستہ میرا اور میرے صحابہ کا ہے۔

مجدد الف ثانی فرماتے ہیں، اگر لوگوں کو پتہ نہ ہو تو میں بتاتا ہوں کہ جو راستہ صحابہ کا ہے اس کو اہلسنّت کہا جاتا ہے۔

مکتوبات میں ان کے یہ الفاظ ہیں:

ملتزم اتباع آن سرور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اتباع جو پکی کرتے ہیں، وہ کون ہیں؟

اهلسنت و جماعت اند

اہلسنّت وجماعت ہیں۔

اس کے ساتھ فرماتے ہیں:

فَهُمُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ

یہی فرقہ ناجیہ ہے، یہی نجات والے ہیں۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنا نجات والا ہونا ہی بیان نہیں کیا، بلکہ ساتھ جھوٹوں کو جھوٹا بھی اسی انداز میں کہا ہے، فرمانے لگے:

وَالْحَقُّ مَا حَقَّقَهُ الْعُلَمَاءُ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَمَا سِوىٰ ذٰلِكَ

اَمَّا زَنْدَقَةٌ وَاِلْحَادٌ اَوْ سُكْرُ وَقْتٍ وَغَلَبَةُ حَالٍ (مکتوبات شریف۔ جلد ا۔ جز اوّل۔ صفحہ ۸۱)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ برصغیر کے وہ صوفی ہیں جنہوں نے اپنے دور میں سب سے بڑی روشن خیالی جو نام نہاد روشن خیالی تھی۔ اکبر کے دین الٰہی کا جنازہ نکالا اور دو قومی نظریے کی فصل کاشت کی جس کا پھل پاکستان کی شکل میں برآمد ہوا۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات میں یہ موجود ہے، وہ فرماتے ہیں:

کہ حق اہلسنت کے پاس ہے اور اس کے سوا وہ زندقہ اور الحاد ہے اس کو کبھی حق کے ساتھ تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بیان اعتقاد صحیح کہ ماخوذاز کتاب و سنت است بروفق آرائے صائبہ اھلسنت و جماعت

قرآن وسنت سے اگر سچا عقیدہ سمجھنا ہے تو اس کو اہلسنت کہا جائے گا۔ (مکتوبات شریف جلد ا۔ ج۵۔ صفحہ ۴۷)

یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں کہ جن کی شخصیت کو بالاتفاق مانا جاتا ہے اور ویسے بھی یہ ہمارے حق پر ہونے کی دلیل بھی ہے کہ جن لوگوں کا آج ہمارے ساتھ جھگڑا ہے۔ میں یہ ببانگ دھل کہتا ہوں اگر ان کے پلے کچھ ہے تو جب تاریخ کے ماتھے پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ہمارے تھے ان Standard کے اور ان کے درجے کا وہ بھی اپنا کوئی دکھائیں۔

جب اسی صفحہ ہستی پر داتا صاحب ہمارے تھے تو ان کے درجے کا وہ بھی اپنا کوئی دکھائیں اور جب اس دھرتی کے اوپر اپنا کردار فضل حق خیر آبادی ادا کر رہے تھے ان کے مرتبے کا اگر کوئی ہے تو دکھائیں۔ اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ساری تاریخ ہمارے پھولوں سے سجی ہوئی ہے۔

- یہ بات بھی بڑی قابلِ غور ہے کہ ہم اہلسنّت کہلوانا لازم سمجھتے ہیں۔ ہم ان کو صوفی نہیں سمجھتے جو اپنے آپ کو اہلسنت نہیں کہلواتے یا اہلسنّت کے مسلک کا پرچار نہیں کرتے، وہ صوفی کیسے ہو سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ جو بہت بڑے ولی تھے۔ وہ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کہ جن کا ذکر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات شریف میں مکتوب نمبر ۱۹۳ صفحہ ۱۰۷ پر کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے:

اگر تمام احوال و مواجید رابما دهند وحقیقت مارا بعقائد
اهلسنة و جماعة متحلی نه سازند جز خرابی هیچ نمیدانیم

اگر لوگ میری ساری کرامتیں بیان کریں اور میرے بڑے بڑے فضائل بیان کریں
مگر مجھے سنّی نہ کہیں تو میں کہوں گا کہ انہوں نے میری خرابی بیان کی، خوبی بیان نہیں کی۔

یعنی میری ساری کرامتیں تو بیان کریں مگر مجھے سنّی نہ کہیں تو میں سمجھوں گا کہ لوگوں نے میرا تعارف نہیں کروایا بلکہ لوگوں نے میری توہین کی ہے، پھر فرمانے لگے:

اگر تمام خرابیها را برما جمع کند وحقیقت مارا
بعقائد اهلسنة و جماعة بنو ازند هیچ باکے نداریم

اگر لوگ ہر لحاظ سے مجھ میں خرابیاں اِکٹھی کر دیں، ہر عیب مجھے لگائیں لیکن

وحقیقت مارا بعقائد اهلسنة و جماعة بنو ازند

مجھے اہلسنّت وجماعت کے ساتھ موصوف کریں۔

یعنی مجھے جو کچھ وہ کہیں۔ ان کی مرضی ہے جو کہیں۔ مگر ساتھ مجھے سنّی کہیں۔ سب کچھ بیان کر کے کہیں عبید اللہ سنّی پکا ہے۔ تو فرماتے ہیں۔

هیچ باکے نداریم

مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

یہ ان کا انداز ہے اور اپنے آپ کو سنّی کہلوانا لازم سمجھا ہے۔ یہ ان کی عاجزی و انکساری کا انداز ہے۔ وہ خوبیوں کے مرکز ہیں، فضائل کا گلدستہ ہیں لیکن یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر ہماری خوبی بیان کرنی ہے، تو ہمارے عقیدے کے لحاظ سے کرو۔ یہ اہلسنّت کی تعبیر و تشریح ہے کہ جس کو ولیوں نے بھی اپنے لئے ہر دور میں لازم سمجھا ہے۔

➢ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان اشعۃ اللمعات میں موجود ہے، آپ فرماتے ہیں:

سواد اعظم را دین اسلام مذہب اہلسنت و جماعت است (اشعۃ اللمعات:۱/۱۴۱)

بڑی جماعت کا دین اسلام ہے مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔

اختصار سے اولیاء و صوفیا کے پانچ حوالہ جات آپ کے سامنے مَیں نے بیان کئے۔ اب لفظ اہلسنّت کی Defination اور وضاحت کی تھوڑی سی ضرورت ہے۔

آپ کو اجمالی تعریف کا پتا چلا کہ اہلسنّت وہ ہوتے ہیں جو اس طریقے پر ہوں جو صحابہ کرام کا ہے، پھر وقت کے لحاظ سے اس تعارف میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔

مثلاً امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا تو پوچھا گیا کہ اہلسنّت کس کو کہا جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو شخص حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باقی سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں داماد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو محبوب بنائے اور تیسرے نمبر پر وہ موزوں پر مسح کرے۔ یہ تینوں علامتیں جس میں پائی جائیں اس کو سنّی کہا جاتا ہے۔

چونکہ ان کے لحاظ سے اس وقت بغاوت ہو رہی تھی، غداری ہو رہی تھی تو آپ نے یہ ضروری سمجھا کہ شیخین کو سامنے لایا جائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامادوں کا ذکر کیا جائے۔

جس دور سے گزرتے ہوئے بریلی کے تاجدار امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق پر پہرہ دیا ہے۔ اب اس دور میں علامت کے لحاظ سے سنّی اس کو کہا جائے گا جو یہ نعرہ لگائے۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایمان ہے ایمان کی جان ہے جان کا چین ہے اور چین کا سامان ہے۔

جس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے لحاظ سے اس درجہ پر پہنچا ہوا ہو کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کی طرف کسی معمولی عیب کو منسوب کرنا حرام سمجھتا ہو اور اگر کوئی کرے تو اس کا رڈ کرتا ہو۔ اس کے دل کا جذبہ ایسے معاملے میں بھڑک اٹھتا ہو اس بندے کو عرف میں سنّی کہا جاتا ہے۔

ہم اہل سنت ہیں اہل فرض نہیں

الفاظ اہلسنّت وجماعت میں بڑی وضاحتیں ہیں۔

عمومی طور پر بندہ سوچ تو سنت سے فرض کا مرتبہ بڑا ہے فرائض زیادہ ضروری ہوتے ہیں۔ سنت اس کے مقابلے میں کم ضروری ہوتی ہے تو جو بڑی ضروری چیز ہو نام اس کے لحاظ سے ہونا چاہئے تھا۔ یعنی ہمارا نام ہوتا اہل فرض وجماعت لیکن ہمارا نام اہلسنّت وجماعت ہے۔ ایسے ہی سنت سے واجب کا مرتبہ بھی بڑا ہے تو ہمارا نام ہوتا اہل واجب وجماعت لیکن ہمارا نام اہل واجب و جماعت نہیں ہے بلکہ اہلسنّت وجماعت ہے۔ اہلسنّت وجماعت ہی نام رکھنا کیوں ضروری ہے۔

اصل میں سبب یہ ہے کہ لفظ سنت ایسا لفظ ہے کہ اس کے سوا کوئی اور لفظ اس مقام پہ ساری ضرورتیں پوری نہیں کرتا۔ کیونکہ لفظ فرض فرائض کو شامل ہے لیکن سنت کو شامل نہیں ہے یہاں لفظ سنت جس معنی میں بولا جارہا ہے وہ سنت کو بھی شامل ہے، واجب کو بھی شامل ہے اور فرض کو بھی شامل ہے۔

سنت سے مراد یہ ہے کہ جو فرض کے مقابلے میں ہو کہ یہ فرض ہے اور یہ سنت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا سنت سے مراد ہے:

اَلطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ (اشعۃ اللمعات:۱/۲۴۳)

دین میں رائج طریقہ۔

مطلب یہ بنا کہ سنت سے شریعت مراد ہے۔ سنت سے مراد ہے دین۔ اب دین میں فرض بھی ہے اور دین میں واجب بھی ہے اور دین میں نفل بھی ہے۔ لیکن فرض میں صرف فرض آئے گا سنت نہیں آئے گی۔ اگر ہوتا اہل فرض وجماعت تو معنی یہ بنتا کہ جماعت فرائض کی تو علمبردار ہے باقی واجبات یا سنتوں کو نہیں مانتی یا اس پر عمل نہیں کرتی، پھر کام ادھورا رہ جاتا۔ ہم جس وقت کہتے ہیں اہلسنّت وجماعت۔ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ فرض سے لے کر مستحب تک سب کو مانتے بھی ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

یہ لفظ سنت وہ ہے جو اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں خود استعمال کیا:

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ (سورہ مومن:۸۵)

اللہ کی سنت جو بندوں کے بارے میں گزر گئی۔

اب اس سنت سے مراد وہ نہیں جو فرض کے مقابلے میں ہو بلکہ اس سے مراد اللہ کا طریقہ ہے۔ تو سنتِ الٰہی جس معنی میں استعمال ہوا ہے وہ فرض کو بھی شامل ہے، واجب کو بھی شامل ہے۔ سب کو یہ لفظ شامل ہے۔ اس واسطے ہم اپنے آپ کو اہلسنّت و جماعت کہتے ہیں، اہل فرض یا واجب یا نفل نہیں کہتے۔

قرآن مجید میں جو لفظ سنت آیا ہے اس کا اور مفہوم ہے اور فرض کے مقابلے میں جو لفظ سنت ہے اس کا اور مفہوم ہے۔ اگر ہمارا نام اہل قرآن ہوتا تو پھر اس میں بالخصوص سنت کا تذکرہ نہ ہوتا لیکن جو سنت کا مطلب ہم لے رہے ہیں اور جو مشائخ نے لیا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس سنت میں سنت بھی ہے، قرآن بھی ہے۔ جب دین کا سارا راستہ سنت کہلاتا ہے تو وہ راستہ قرآن ہی ہے۔

لہٰذا قرآن بھی سنت اور سنت بھی سنت۔ یہ سارے کا سارا سلسلہ ایک لفظ سنت کا ہے جس نے کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ صرف دریا ہی نہیں سارے سمندر کو بھی بند کر دیا ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جس نے فرض، واجب، نفل، قرآن بلکہ سارے دین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اللہ نے یہ تاج ہمارے سروں کو عطا فرمایا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایک نیا نام لوگوں نے نکالا تھا ان کا شوق ہے جہاں کوئی اچھا نام، بڑی سیٹ ہو، ہم اپنے نام لگوا لیں۔ ہم کہتے ہیں ہم اہلسنت ہیں اور ہم مسلک میں اہلحدیث نہیں ہیں۔ ہم اہلسنت ہیں ہمیں امتیاز کی ضرورت ہے کہ جیسے ہم اہل فرض، واجب، نفل نہیں ہیں ایسے ہی ہم عوامی طور پر مسلک کے لحاظ سے اہلحدیث بھی نہیں ہیں۔

اہلحدیث وہ بنے گا جو سالہا سال حدیث پڑھ کر علمِ حدیث میں ماہر بنے گا اس امام کو اہلحدیث کہا جائے گا۔ جس شخص کو حدیث کی قسموں کے نام بھی نہ آتے ہوں اس کو اہلحدیث کہنا بڑا ظلم ہے۔ اس واسطے ہم اس نقطہ پر قائم ہیں جس میں ریڑھی لگانے والے بھی اپنا نام رکھوا سکیں، اب ریڑھی لگانے والا سنّی تو ہو سکتا مگر اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہلحدیث تو وہ ہوتا ہے جو محدث ہو۔

اس واسطے بھائیو! ہم اہلسنّت ہیں اہلحدیث نہیں ہیں کیونکہ اہل حدیث ہونا علمی منصب ہے جس طرح نحوی کو اہل نحو کہا جاتا ہے اسی طرح جس نے حدیث میں عمر گزاری ہو اس محدث کو اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

اس واسطے کہ سنت اور حدیث میں فرق ہے۔ حدیث اور چیز ہے اور سنت اور چیز ہے۔ سنت ہے: "اَلطَّرِيقَةُ الْمَسْلُوكَةُ فِي الدِّينِ" اور حدیث ہے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول، فعل، تقریر اور حدیث میں یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث ہو وہ سنت بھی ہو۔ عرینہ والوں کا بخاری میں ذکر ہے جنہیں اونٹوں کا پیشاب پلایا گیا۔ وہ حدیث تو ہے مگر سنت نہیں ہے۔ چار سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی کرنا حدیث تو ہے مگر اُمت کیلئے وہ سنت نہیں ہے۔ اگر کوئی بندہ اپنے آپ کو عملاً اہلحدیث کہتا ہے تو ممکن ہی نہیں کہ وہ اہلحدیث بن سکے۔ چونکہ حدیث متروک بھی ہے، حدیث میں تخصیص بھی ہے اور حدیث میں امتیازات بھی ہیں۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر ہم اسے علم کے لحاظ سے لیتے ہیں تو ہر بندہ علم کے لحاظ سے بھی اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔ ان کے بڑے بڑے اس لائق نہیں کہ ان کو محدث کہا جا سکے تو ریڑھی لگانے والے کیسے اہلحدیث ہو سکتے ہیں۔

اس واسطے یہ نام اہلسنّت وجماعت ہے جو مسلک اور عقیدے کی پہچان کرواتا ہے۔یہی سبب تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ (جامع ترمذی:۲۶۷۶)

یعنی تم پر میری سنت لازم ہے اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ تم پر میری حدیث لازم ہے۔بلکہ یہ فرمایا کہ

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ تم پر میری سنت لازم ہے۔

کیونکہ سنت وہ ہے کہ جس کی رجسٹریشن عمل کیلئے کی گئی ہے کہ عمل کے لحاظ سے یہ راستہ ہے۔ محدث تو حدیث وہ بھی پڑھے گا جو متروک ہوگئی تھی اور وہ بھی پڑھے گا جو منسوخ ہوگئی تھی۔یعنی محدث تب بنے گا جب ساری حدیثیں آتی ہوں گی۔ لہٰذا احدیث علمی سوغات ہے یہ خاص لوگوں کیلئے ہے،یعنی وہ محدثین کیلئے ہے اور دین پہ عمل تو سب کیلئے لازم ہے خواہ محدث ہو یا غیر محدث اس لئے اہلسنّت عوام وخواص پر بولا جاسکتا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! مقدمہ ابن صلاح اصول حدیث کی مشہور کتاب ہے۔اس میں جہاں پر قبول حدیث کا ذکر ہو رہا تھا کہ کس کی حدیث قبول کریں گے اور کس کی نہیں کریں گے،وہاں وہ ذکر کرتے ہیں:

وَمِمَّنْ ذٰلِكَ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اَبُوْ بَكْرٍ الْخَطِيْبُ (مقدمہ ابن صلاح:۲۱۳)

جنہوں نے یہ قانون بیان کیا ہے ان اہل حدیثوں میں سے ایک ابو بکر الخطیب البغدادی ہیں۔

اب خطیب البغدادی کو ابن صلاح نے اہلحدیث کہا حالانکہ وہ شافعی ہیں، امام کے مقلد ہیں لیکن انہیں اہل حدیث کہا۔ کیونکہ انہوں نے متعدد جلدوں میں علوم حدیث میں کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا مقام ہے، ان کا مرتبہ ہے، یہی خطیب بغدادی ہیں کہ جن کی کتابیں کچھ لوگ سی ڈی میں اُٹھائے پھرتے ہیں اور ان پر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ ابن صلاح نے تو ان کو اہلحدیث کہا ہے یہ اگر اہل حدیث ہیں تو پھر خود اس پر اعتراض کیوں کرتے ہیں۔بلکہ ابن صلاح نے انہیں اہل حدیث اس لئے کہا کہ اگر گننا چاہو گے کہ کس نے حدیث پر سب سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں تو تمہیں خطیب بغدادی کا نام چمکتے ہوئے ناموں میں نظر آئے گا۔ اہل حدیث ایسا ہوتا ہے۔

میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ جامع ترمذی میں درجنوں بار یہ لفظ آیا ہے:

قَالَ اَھْلُ الْحَدِیْثِ وَقَالَ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ

اہل حدیث کہتے ہیں اصحاب حدیث کہتے ہیں۔

کئی بار امام ترمذی نے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور ایک بار بھی امام ترمذی نے کسی جاہل کیلئے نہیں بلکہ امام کیلئے استعمال کیا ہے۔

اب جامع ترمذی صحاح ستہ میں سے ہے انہوں نے اس لفظ اہلحدیث اور اصحاب حدیث استعمال کیا اور کہاں ذکر کیا جہاں ایک طرف ان کی رائے ہے اور دوسری طرف ایک اور امام کی رائے ہے۔ اماموں کی بات کرتے وقت ایک امام کو اہل حدیث سے تعبیر کر رہے ہیں تو گویا کہ انہوں نے کہا کہ جس نے اہل حدیث بننا ہو وہ سالہا سال کیلئے گھر سے چھٹی لے کر نکلے اور پڑھے پھر جاکے منصب کے لحاظ سے اہل حدیث بنے گا لیکن عقیدہ و عمل کے لحاظ سے پھر بھی اہلسنّت ہو گا۔ کتنے سستے عہدے لوگوں نے حاصل کر لئے کہ جو منصب بڑی دیر کے بعد جا کے ملتا تھا انہوں نے گھر بیٹھے بیٹھے اپنے اوپر بھی اہل حدیث کا لیبل لگالیا کہ میں اہل حدیث ہوں۔

احمقوں کی کمی نہیں صاحب
ایک ڈھونڈھو ہزار ملتے ہیں

اب یہاں پر ان کے گھر کی بات بھی بہت ضروری ہے۔

۱۹۲۶ء میں روپڑ سے ایک کتاب چھپتی تھی۔ روپڑ ایک علاقہ ہے جہاں کے رہنے والے روپڑی ہوتے ہیں۔ اس کتاب کا نام "اہل حدیث کی تعریف" ہے۔ اس میں انہوں نے اِکیس تعریفیں اہل حدیث کی بیان کی ہیں۔ جس کو اپنے امام کی کسی ایک تعریف پر یقین نہ آتا ہو اس کی حقیقت ان میں کیا موجود ہو گی۔ اب ہم اہلسنّت ہیں ہمارے نزدیک اسکی جامع مانع تعریف ہے، یہ قولِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

انہوں نے اس کتاب میں اکیس تعریفیں اہل حدیث کی بیان کی ہیں اور اِکیس تعریفوں سے بھی دل مطمئن نہیں ہوا۔ اس کی بولی ۱۹۱۸ء میں دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم دس ہزار انعام رکھ رہے ہیں کوئی بندہ اہل حدیث کی سچی تعریف کر کے دے پھر بھی وہ اس کی تعریف نہ کر سکے۔ لیکن حق والو تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارا اہلسنّت ہونا تمہارے ماتھوں پہ لکھ رکھا ہے۔ اس کتاب میں بھی ہماری بات موجود ہے۔

اس کتاب میں چوتھی تعریف اہل حدیث کی یہ ہے:

اہل حدیث اس کو کہتے ہیں جو قرآن شریف اور حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بطور کلی ماہر ہو اور زبان عربی کی اصطلاحات اور قواعد زبان سے پورا واقف ہو تا کہ منشاء حدیث کے مطابق عمل کرے یا ایسے کامل شخص کا متبع اور مقلد بن جائے۔ تب جا کے حدیث کی مطابقت والا نعرہ سچا ہو گا۔ (صفحہ ۷)

انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ کسی کو اہل حدیث نہیں کہہ سکتے۔ اب یہ کتنی زیادتی ہے کہ ۱۹۲۶ء میں جو تعریف تھی اس میں تو یہ ضروری تھا کہ قرآن صرف آتا ہی نہ ہو بلکہ ماہر بھی ہو یعنی صرف ترجمہ نہ آتا ہو بلکہ وہ ناسخ منسوخ جانتا ہو، شانِ نزول جانتا ہو اور اسرار و رموز جانتا ہو، استنباط و اجتہاد کر سکتا ہو، ذخیرہ احادیث میں کمال حاصل ہو اور گرائمر کے لحاظ سے ماہر ہو۔ یہ ساری چیزیں ہوں تو پھر بندہ اپنا نام اہلحدیث رکھوا سکتا ہے ورنہ وہ جھوٹا ہو گا اور اہل حدیث کہلوانے کا مستحق نہیں ہو گا۔ اس کتاب کے مصنف حافظ عبد اللہ امر تسری نے جو میں بات کر رہا تھا اس کی وضاحت کر دی کہ بندہ عمل کے لحاظ سے اہل حدیث ہو ہی نہیں سکتا یہ علمی منصب ہے۔ اس کے بعد بندہ یا تو مجتہد بن جائے گا اگر مجتہد بنے تو اس کا اللہ کے فضل سے ایک مقام ہے اور اگر مجتہد نہ بن سکا تو پھر بھی گزارہ تقلید کے بغیر نہیں ہو گا۔

مگر اہل حدیث کہلوانے کیلئے انہوں نے جو چار شرطیں بیان کی ہیں وہ آج ان میں سے کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں حالانکہ وہ نام یہ رکھوا رہے ہیں۔ جبکہ اسلاف نے یہ نام ان شرطوں کے مطابق جائز قرار دیا تھا۔ ایسے ہی اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹ پر جو تعریف کی اس میں بھی یہ کہا گیا کہ

احادیث کو جمع کرنے والوں کا نام اصحاب حدیث ہے جس کا دوسرا لقب اہلحدیث ہے۔ (اہلحدیث کی تعریف، ص ۱۹)

جو بندہ جامع الاحادیث ہو اور حدیث کی کتابیں لکھے، حدیث جمع کرے، سندیں بیان کرے، زندگی اس میں گزار دے تو اسے اصحاب حدیث کہیں گے، لقب اس کا اہلحدیث ہو گا۔ باقی عام بندے کیلئے یہ اجازت نہیں ہے۔ یہ ایک سستا سودا سمجھ کے لوگوں نے اپنے مذہب کے نام کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کا کوئی بھی تاریخی پس منظر نہیں ہے۔ اہلسنت اہل حق کا نام ہے جو عملاً شروع سے مسلک رہا ہے۔ اور اس میں ان کو بڑی بے چینی بھی ہے۔ کبھی اپنی مسجدوں کے ساتھ اہل حدیث لکھواتے ہیں اور جب ادھر سے ہٹنا چاہتے ہیں تو بریکٹ میں اہل سنت بھی لکھوا دیتے ہیں۔ اہلسنّت عمل کے لحاظ سے ایک شاہراہ ہے اس کا اندازہ اس انداز میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا ثناء اللہ امر تسری نے ذکر کرتے ہوئے لکھا۔۔۔ اور اس نے اپنی حقیقت واضح کر دی کہ ہم کہاں سے چلے ہیں۔

وہ کہنے لگے:

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا سلسلہ دو شاخوں میں تقسیم ہوا۔ ایک شاخ سید نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں کی تھی۔ سید نذیر حسین کے شاگردوں کی شاخ اہلحدیث کہلوائی۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۱۲)

اس سے پتا چلتا ہے کہ اہل حدیث کا اس سے پہلے وجود نہیں تھا۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ایک بدلے ہوئے شاگرد جب اس طرف گئے تو ان کا نام جا کر ایک طرف اہلحدیث بنا اور ایک شاخ دیوبند کی طرف چلی گئی۔

حقیقت میں ان کا اُمت کے اس راستے سے تعلق نہیں تھا جو کہ اہلسنت کا شروع سے آرہا ہے اور یہ ناخلف اولاد تھی جنہوں نے اپنے آپ کو مختلف ناموں سے مشہور کیا۔

یہ خود ان کے گھر کا حوالہ ہے۔

اور فتاویٰ ثنائیہ کے اندر انہوں نے اس کو تسلیم کیا کہ ہمارا تعلق صنّدیا حجاز یا بدرو حنین سے نہیں۔ ہمارا تعلق شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سے ہے۔ میں کہتا ہوں ہم شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا احترام کرنے والے ہیں۔ چونکہ ان کی تعلیمات کو لوگوں نے بدلا ہوا ہے۔ حقیقت کو چھپانے کیلئے ان کے شاگردوں کی ایک لسٹ کے بارے میں یہ خود کہہ رہے ہیں وہ اہلحدیث کہلوائے۔ جب وہ ان سے پڑھ کے وہاں سے نکلے برصغیر پاک وہند میں اہلحدیث مسلک نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

لیکن ربّ ذوالجلال کا ہم پر فضل ہے کہ ہمیں یہ نام اہلسنّت وجماعت سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے ملا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے لفظ اہلسنّت کے بارے میں ایک بات کی، وہ فرمانے لگے:

اہلسنّت کا نام اگرچہ متعارف بعد میں ہوا لیکن اہلسنّت اسی کو کہا گیا ہے جس کا عقیدہ صحابہ کرام کے عقیدے جیسا تھا۔

لفظ اہلسنّت موجود تو پہلے تھا لیکن مشہور بعد میں ہوا جس کو اہلسنّت کہا گیا وہ پرانے لوگ تھے ان کا عقیدہ پرانا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدے پہ چلا آرہا تھا۔ لہٰذا اس اشارے پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مَیں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی سنّی کہتے ہیں۔

یہ نام اگرچہ بعد میں مشہور ہوا مگر حقیقت پہلے بھی موجود تھی اور جو حقیقت پہلے موجود ہو، بعد میں اس حقیقت کا کوئی اور نام پڑ جائے تو پہلی حقیقت کو بھی اسی نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس پر میرے پاس قرآن مجید کی آیت دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سورہ یونس میں فرمان ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (سورہ یونس:۳)

یعنی تمہارا ربّ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

اب بات بڑی قابلِ غور ہے کہ چھ دن تب ہوں گے جب دن ہوگا اور دن تب بنتا ہے جب سورج نکلے اور ڈوبے ورنہ دن دن نہیں ہوتا۔ دن کی ایک حد ہے اور سورج تب ہوگا جب آسمان ہو اور جب آسمان بنا ہی نہیں تو پھر دن کہاں سے آگیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ "تمہارا ربّ وہ ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا"۔

جب زمین و آسمان پیدا ہی نہیں ہوئے تھے تو اللہ دن کس کو کہہ رہا ہے چونکہ دن سورج سے بنتا ہے سورج آسمان پر ہوتا ہے اور آسمان ابھی پیدا ہی نہیں ہوا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چھ دِنوں میں پیدا کیا، مطلب کیا بنا؟

اس کا مطلب یہ بنا کہ جتنا وقت زمین و آسمان کو بنانے میں لگا تو جس وقت دن بنے تو وہ وقت چھ دنوں میں تقسیم ہوا اگرچہ اس وقت اس کا نام دن نہیں تھا، مسلسل وقت تھا مگر جب دن والی تعریف آگئی کہ دن اس کو کہا جاتا ہے تو اسی حقیقت کو دن سے تعبیر کر دیا گیا۔ اس وقت اگرچہ اس کا نام دن نہیں تھا مگر آج قرآن اس کو دن کہہ رہا ہے۔

ایسے ہی جو حقیقت صحابہ کرام علیہم الرضوان میں موجود تھی اگرچہ اس وقت عرف عام میں اس کا نام اہلسنّت مشہور نہیں تھا، آج اسے ہی اہلسنّت کہا جارہا ہے۔ اس میں کتنی وضاحت موجود ہے۔ میں تو کہتا ہوں:

یہ زمین بھی سنّی ہے وہ آسمان بھی سنّی ہے
جلوہ خورشید سنّی کہکشاں بھی سنّی ہے
قطرہ شبنم بھی سنّی باغباں بھی سنّی ہے
لفظ کی تاثیر سنّی داستاں بھی سنّی ہے
مایہ ملت بھی سنّی نگہبان بھی سنّی ہے
اہل سنت کے جیالو باندھ لو گر تم کمر
نظر آئے گا تمہیں تو پھر سارا جہاں ہی سنّی ہے

یہ گزارشات آپ کے پاس میری امانت ہیں ان کو آپ نے آگے پہنچانا ہے۔ یہ صحت مند تبلیغ ہے۔ یہ فرقہ واریت نہیں ہے بلکہ یہ امتیازاتِ الٰہی ہے۔ سنت یہی ہے۔ اس کو ہم نے سامنے رکھا۔ ہم نے کسی کو گالی نہیں دی۔ بلکہ قرآن وسنت اور حقائق کی ڈالی پیش کردی ہے۔ یہ اپنا اپنا مقدر اور نصیب ہے کوئی اس کو سن کے افسردہ ہوتا ہے یا خوش ہوتا ہے۔

کسی کے دل کے دروازے بند ہوتے ہیں یا کھلتے ہیں کسی کیلئے اندھیری رات آتی ہے یا صبح کا سورج نکل آتا ہے۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔

یہ گفتگو میری ماؤں اور بہنوں نے بھی سنی۔ ان پر یہ قرض ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو اندھیرے چھا رہے ہیں اس موضوع کو بطورِ خاص سمجھ کر اس کی روشنی آگے پھیلائیں۔ تاکہ اللہ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ